© rasailojaraid.com

# احکام و مسائل

دارالافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد

**سوال:** آج کل بعض بینکوں نے بنک کاری کو اسلام کی تعلیمات پر چلانے کا اعلان کیا ہے جیسے بنک الفلاح اور بنک المیزان، اور انہوں نے متعدد پروجیکٹ مثلاً مرابحہ، اجارہ اور ہاؤسنگ (شرکت متناقصہ کی بنیاد پر) معروف کرائے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ علماء کرام [مولانا تقی عثمانی صاحب وغیرہ] اس کی نگرانی بھی کرتے ہیں تو کیا ایسے بینکوں کے ساتھ معاملات کر لینا جائز ہے، اکاؤنٹ وغیرہ کھلوا لینا درست ہے؟ بالخصوص ان کے بیان کردہ پروجیکٹوں میں شامل ہونا شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا

سائل

## الجواب بعون الوهاب وهو الموفق الصواب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين امابعد:

پیش کردہ سوال کے مطابق موجودہ حالات میں ایسے بنک جو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بنک کاری کا اہتمام کرتے ہیں یہ ایک نہایت خوش آئند بات ہے۔

لیکن دراین حالات اقتصادی امور اس قدر پیچیدہ ہوگئے ہیں اور عالمی اداروں بالخصوص یہودی سرمایہ کاروں نے ایسا الجھا دیا ہے کہ کسی نہ کسی جگہ پر ایسی صورتحال پیش آجاتی ہے جو صریح حرام نہ بھی ہو تب بھی شبہات سے خالی نہیں ہوتی۔ شاید یہ وہ کیفیت ہے جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نشاندہی فرماتے ہوئے کہا تھا: "يأتي على الناس زمان يأكلون فيه الربا قال قيل له الناس كلهم؟ قال من لم يأكله منهم ناله من غباره (مسند أحمد)

کہ لوگوں پر ایسے حالات آئیں گے کہ سود کھائیں گے کہا گیا کہ سبھی؟ آپ نے فرمایا جو نہ بھی کھائے گا تو بھی اسے سود کی غبار پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے محفوظ رکھے آمین۔

ایسے ظلمات میں اگر دینی احکام کی پابندی کرتے ہوئے کچھ بینکوں نے کام شروع کیا ہے جیسے المیزان اور الفلاح وغیرہ تو یہ نہایت خوش آئند امر ہے۔

سوال میں الفلاح کے پیش کردہ پروگرام بظاہر صحیح اور درست ہیں، معاہدہ میں جن شرائط پر اتفاق ہو جائے بشرطیکہ وہ شرائط شرعی قوانین کے خلاف نہ ہوں تو ان شرائط کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔ اور ایسی شرائط طے کرنا بھی ممنوع نہیں ہے۔ چنانچہ بالعموم بنکاری کا یہ طریقہ شرعی قوانین کے منافی نہیں ہے۔

البتہ بعض صورتیں کما حقہ اطمینان بخش نہیں ہیں۔ مثلاً میں قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں مخصوص رقم چیرٹی فنڈ میں جمع کرانا۔۔۔

واقعتاً اگر کسٹمر کوتاہی اور لاپرواہی برتتا ہے تو اس کی کوتاہی پر سزا (جرمانہ) دینا درست ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "مطل الغني ظلم يحل عرضه وعقوبته"۔

مگر عدم کوتاہی کی صورت میں یہ رقم مسلط کرنا محل نظر ہے مثلاً اگر واقعتاً معسر (تنگ دست) ہے تو حکم ربانی ہے: "وإن كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة" کہ حالات کی درستگی تک مہلت دینا چاہیے اسی طرح اجارہ میں (اگر انشورنس کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ بھی بنک کرواتا ہے)۔۔۔ انشورنس بھی فی نفسہ شریعت کے مطابق نہیں ہے۔

نیز بنک کے بعض اپنے ایسے معاملات ہیں جو کہ حکومتی وریاستی پابندیوں کی وجہ سے بنک کرنے پر مجبور ہے اگرچہ ان میں شرعی تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ مثلاً سرمایہ کا تقریباً نصف حصہ اسٹیٹ بنک میں جمع کرایا جاتا ہے اور بنک کا اس پر سود دینا یا اس رقم کو اسٹیٹ بنک کا سودی کاروبار میں استعمال کرنا وغیرہ ہرگز درست نہیں ہے۔ لیکن ان کوتاہیوں کے باوجود اگر کوئی شخص بنک سے ان غیر سودی معاملات میں لین دین کرنا چاہتا ہے تو ان سے معاملات کرنے میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔ کیونکہ [ مالا يدرك كله لا يترك كله ] کہ جس چیز کا پورا حصول ممکن نہ ہو، تو اسے کلی طور پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ مستقبل میں انہیں مزید بہتر کرنے کی توفیق بخشے اور سود سے پاک بنک کاری کو فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے

هذا ما عندنا والله تعالى اعلم بالصواب



© rasailojaraid.com